# املی ڈاکٹر غلام محمد: چند استفسارات

سید خالد جامعی

جریدہ ۳۳، ۳۴ اور ۳۵ میں شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ کے ''خطبات'' پر مرتبہ مضامین واملی پر پاکستان و ہندوستان کے علمی و تحقیقی حلقوں کا نہایت مثبت اور گرم جوش ردعمل سامنے آیا۔ کیوں کہ یہ نقد خطبات پر اپنی نوعیت کا منفرد نقد تھا۔ علمی حلقے ایسے کسی نقد کے منتظر بھی تھے لیکن مہر بہ لب بھی۔ یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ ''خطبات'' کا علمی و تحقیقی و ناقدانہ جائزہ ابھی تک کیوں نہیں لیا گیا ہمارے خیال میں ستر برس کے عرصے میں ''خطبات اقبال'' کا ناقدانہ جائزہ لینے کی ضرورت اس لیے محسوس نہیں کی گئی کہ حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنی زندگی میں خطبات کے مباحث سے رجوع کر لیا تھا، لہٰذا علماء کرام اور اہل علم نے اس باب میں خامہ فرسائی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ بات صرف مفروضہ نہیں کیونکہ خطبات کے بعد کی شاعری نے حضرت اقبالؒ کی ایک ایسی عظمت دلوں پر قائم کر دی جس میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔ نثر اقبال اور نظم اقبال میں کس کو ترجیح حاصل ہے۔ نثر اقبال طاق نسیاں کی زینت کیوں ہے اور نظم اقبال منظر پر محیط کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کو اقبال زندہ رکھنا چاہتے تھے وہ زندہ رہی اور جسے خود اقبال نے زندگی میں مسترد کر دیا اسے علماء اور عوام نے بھی مسترد کر دیا شاعری کے روحانی حصار میں خطبات کا معتزلی عقلی ذہنی اور علمی شہسوار ایسا گم ہوا کہ اب اس کی تلاش ناممکنات میں سے ہے۔ اقبال کی شاعری کے جوش جنوں سوز دروں اور ہندی نغمے کی حجازی لے نے مشرق و مغرب کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ''اقبال کی شاعری محض شاعری نہیں صُور اسرافیل اور نغمہ جبرئیل ہے۔ یہ شاعری اذان کی طرح مشرق و مغرب کی وادیوں میں، گونج رہی ہے۔ اس شاعری نے دلوں میں ایک ایسی آگ لگا دی ہے جو آج بھی بجھنے نہیں پاتی۔

اقبال کی شاعری مشرق و مغرب کی تمام اہم زبانوں کے سرچشموں سے صہبا کشید کرتے ہوئے لفظوں کا گلزار اور خوابوں کا چمن زار سجا دیتی ہے۔ ان کی شاعری کا آبگینہ قوس و قزح کے رنگوں کی

طرح جگمگا تا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے فلک سے ستارے اتار کر شعروں کی قباء میں ٹانک دیے ہیں اور لفظوں میں سیماب کی تڑپ بھر دی ہے۔

اقبال کا اپنے عہد پر جو اثر تھا اور جو اب تک باقی ہے بلکہ اس اثر میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے اس کی مثال کسی زمانے کی کسی شاعری و ادب میں نہیں ملتی۔ اقبال ملت اسلامیہ کے سب سے بڑے مرثیہ خواں اور اس کے احیاء و نشاۃ ثانیہ کے سب سے بڑے حدی خواں ہیں، مگر ان کی مرثیہ خوانی اضمحلال اور شکست کے بجائے حوصلہ، ولولہ، طنطنہ، شوکت اور جلال تخلیق کرتی ہے۔ ان کے اشعار پڑھ کر ایمان کی تجدید ہوتی ہے، دل شوق سفر پاتا ہے اور نگاہ ذوق نظر حاصل کرتی ہے۔ اقبال کی شاعری کا محور و مرکز قرآن کریم ہے جس نے انسانوں کے اس عظیم الشان قافلے کو جنم دیا جو ازل سے ابد تک کے سب سے بڑے انسان محمد عربی ﷺ کی قیادت میں کھجور کی چٹائیوں پر سوتا تھا، اینٹوں کے تکیے بناتا اور فرش پر لیٹ کر عرش سے ہم کلام ہوتا تھا۔ ان کی پوری شاعری اسی قافلے کی حکایت اور جستجو کا سفر ہے غزل ہو یا نظم، مثنوی ہو یا قطعہ۔ اقبال کی شاعری میں تکبیریں سانس لے رہی ہیں اور مصرعوں سے ان حدی خوانوں کے لہجے و نغمے سنائی دے رہے ہیں جن کا نورانی ذکر اب تاریخ کی زینت ہے۔ اس مقام پر ان کی آواز کسی شاعر یا فرد کی آواز بننے کے بجائے ملت اسلامیہ کی اجتماعی آواز بن جاتی ہے اور اس آواز کی بازگشت، قرطبہ سے نینوا تک، فاران سے اصفہان تک، وسط ایشیا سے کشمیر تک، مغرب کی وادیوں سے مغرب اقصیٰ کی بلندیوں تک چلی جاتی ہے۔

علامہ اقبال نے مغرب اور مشرق کے تمام بڑے شعراء اور فلسفیوں سے استفادہ کیا لیکن ان کا رنگ اور آہنگ ان سب سے مختلف ہے۔ ان کی شاعری ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں شعر قال سے نکل کر حال ہو جاتا ہے اور شاعر کی زبان کا آہنگ، اس کا انداز بیاں اور پیرایۂ تعبیر سب کچھ بدل کر الہامی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

اقبال کی فکر کے پانچ تخلیقی عناصر ہیں ایمان و یقین، قرآن مجید، عرفانِ نفس، نالہ نیم شبی و آہ سحر گاہی، مثنوی معنوی مولانا رومؒ۔ نادر شاہ والیِ افغانستان کو قرآن پیش کرتے ہوئے اقبال نے کہا ''اہلِ حق کی یہی دولت ہے اس کے باطن میں حیات مطلق کے چشمے ابلتے ہیں۔ ہر ابتداء کی انتہاء اور ہر آغاز کی تکمیل ہے۔ اس کی بدولت مومن خیبر شکن بنتا ہے۔ میرے کلام میں تاثیر اور میرے دل کا سوز و گداز اسی کا فیضان ہے۔'' اقبال نے اپنی غزلیہ و نظمیہ شاعری کے ذریعے عرفان نفس، فقر اور عشق کے تین بنیادی نظریات دیے ان تین باطنی اوصاف کا حامل اقبال کی نظر میں ''مردِ مومن'' ہے اور اس کی تشبیہہ شاہین یا شہباز ہے اس کے وجود کے بغیر امت کبھی سر بلند نہیں ہو سکتی۔ بانگ درا سے ارمغان حجاز تک شاعری کا سفر زمین سے آسمان کا سفر ہے۔ جس نے ملت اسلامیہ کو زندگی، تر و تازگی، فکر و نظر کی سرشاری اپنے آپ پر اعتماد کی دولت عطا

کی ۔تمام مشرقی فضلاء میں مغربی فلسفہ وتہذیب پر اقبال کی طرح گہری نظر، جرات مندانہ تنقیدی مطالعہ اور وہ بھی اس قدر پر اثر اسلوب میں کسی کے یہاں میسر نہیں ۔اقبال نے فکر وفلسفۂ مغرب کا مطالعہ کر کے اس کو رد کر دیا اور مغربی فلسفہ، تہذیب اور مغربی تعلیم کو بے کاری، عریانی، مے نوشی اور قتل و غارت گری سے تعبیر کیا۔اور اسے دین کے خلاف ایک سازش قرار دیا لہٰذا ''ضرب کلیم'' مغربی تہذیب کے خلاف اقبال کا اعلان جنگ تھا۔

اقبال پہلے شخص جنھوں نے مسلم قومیت کے خلاف آواز بلند کی اور امت کی اہمیت کو واضح کیا۔قرآن نے مسلمانوں کو ہر جگہ امت اور کفار کو قوم سے خطاب کیا ہے۔اقبال نے اس راز کو جان لینے کے بعد قوم پرستی اور وطنیت کے خلاف زبردست جہاد کیا۔ان کا نغمہ ہندی تھا، مگر لے حجازی تھی، ان کا جسم جنتِ کشمیر کے باغ کا ایک پھول تھا مگر دل حریم حجاز سے ناز و نیاز کرتا اور ہونٹوں کا نغمہ شیراز سے آتا تھا۔مسلم قوم پرستی کے نتیجے میں کفار کو مسلمان بنانا اہمیت کا حامل نہ رہا تھا اور دین کی دعوت محدود ہوکر قوم پرستی کے دائرے میں محصور ہوکر رہ گئی تھی اقبال نے اس دائرے کو فنا کر دیا اور عالمگیر امت کے اسلامی تصور کو شعر کے اعجاز سے جاوداں کر دیا۔ گھر تیرا بخارا نہ بدخشاں نہ سمرقند۔ مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد۔ تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے۔ مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔امت کے احیاء کی چند جھلکیاں ہیں۔'' اقبال کی شاعری کے یہ کمالات جدیدیت پسند طبقات بلکہ متجددین عصر حاضر کے لیے ناقابل برداشت تھے۔لہٰذا گورکنی کے ذریعے نثر اقبال کے شوالے تلاش کیے گئے تاکہ نفس کی اور مغرب کے تار نفس کی تسکین کی جا سکے۔

جدیدیت پسند طبقات کے لیے خطبات ''جدیدیت کی انجیل'' کا درجہ رکھتے تھے، لہٰذا خطبات میں حضرت اقبالؒ کے طالب علمانہ موقف سے اسلام، سنت، امت، علماء اور اجماع کو رد کرنے کے لیے موشگافیاں ڈھونڈی گئیں۔حضرت علامہ اقبالؒ جو تمام زندگی خود کو دین کا طالب علم لکھتے سمجھتے رہے اور آخر تک علماء کرام سے مستقل اور مسلسل استفادہ فرماتے رہے انھیں جدیدیت پسند حلقوں نے دین کے بہت بڑے عالم کے روپ میں پیش کرنا شروع کیا تاکہ حضرت علامہ اقبالؒ کی عظیم الشان اور نادر الوجود شخصیت کے سحر سے اسلامی عقائد، عبادات، تاریخ اور امت کے اجماع کو تہس نہس کیا جا سکے۔جدیدیت پسندوں کے پاس پوری اسلامی تاریخ سے جدیدیت پسندی کے حق میں دو چار دلائل اگر مل سکتے ہیں تو وہ معتزلہ کے افکار ونظریات ہیں یا خطبات اقبال کی عبارتیں۔مغرب کے الحاد اور مغرب کی الحادی سائنس وٹیکنالوجی کے جواز میں ان دو اہم حوالوں کے سوا جدیدیت پسندوں کے پاس اپنے حق میں کہنے کے لیے کچھ نہیں۔

ڈاکٹر غلام محمد کے امالی تقریباً تین سو صفحات پر محیط ہوں گے۔ان کی اشاعت میں کچھ وقت لگے گا لیکن ان امالی کی تکمیل پر خطبات اقبال کا پہلا مفصل اور مکمل تحقیقی جائزہ سامنے آ سکے گا۔مغربی تہذیب و فلسفہ اور سائنس وٹیکنالوجی کے عروج کے بعد امت مسلمہ کی بہت سی جلیل القدر، عبقری اور نہایت مخلص

راسخون فی العلم ایک شدید ذہنی و روحانی بحران اور فکری خلجان سے گزر رہے ہیں۔ اس بحران کی بے مثال ترجمانی خطبات کے متن میں محصور ہے۔ عصر حاضر کے مخلصین جدید علماء اور متجددین جو مغرب کی سائنس و فلسفہ و ٹیکنالوجی سے حد درجہ مسحور ہیں ان کے فکری بحران کے مرحلے بھی خطبات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ عہد حاضر کے جدیدیت پسند، وحید الدین خان، جاوید غامدی، ڈاکٹر رشید جالندھری اور ڈاکٹر منظور احمد بھی جدیدیت، مغرب، مغربی فلسفہ و تہذیب اور مغربی آدرشوں طرز زندگی اسلوب حیات کے دفاع میں خطبات سے آگے نہیں جاسکے ان کی پرواز خطبات کے سہارے اسلامی تاریخ و تہذیب کے معتزلی آہنگ سفر سے زیادہ نہیں ڈاکٹر غلام محمد کے امالی کے سلسلے میں ماہرین اقبال کے زبانی و تحریری تبصرے اور استفسارات بھی ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ ان سوالات شبہات اور استفسارات کے جوابات جریدے کے آئندہ شمارے میں دیے جائیں گے۔

## ڈاکٹر غلام محمد کون ہیں: ان کی علمی حیثیت کیا ہے:

شیخ زید اسلامک سینٹر لاہور کے پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ نے زبانی استفسار کیا ہے کہ:

۱۔ ڈاکٹر غلام محمد کون ہیں؟ ان کی علمی حیثیت کیا ہے اور ان کے امالی کا استناد کیا ہے؟

۲۔ خطبات کے بارے میں مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی کے نقد کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ اگر کوئی حوالہ ہے تو وہ پیش کیا جانا چاہے۔ مولانا ماجدؒ تو اقبال کے بے حد مداح تھے۔

۳۔ امالی سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سید سلیمان ندویؒ کا بیان کہاں ختم ہوتا ہے اور ڈاکٹر غلام محمد کا بیان کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اور مرتب کا بیان کہاں شامل ہو جاتا ہے

۴۔ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی زندگی میں یہ موقف کیوں بیان نہیں کیا؟ خطبات پر سید سلیمان ندویؒ کے حوالے سے ابوالحسن علیؒ ندوی نے صرف ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ''کاش اقبال یہ خطبات شائع نہ کرتے تو بہتر ہوتا''۔ اب اتنے سارے صفحات کہاں سے آگئے۔

## امالی غلام محمد: احمد جاوید کے امالی ہیں:

ممتاز ماہر اقبالیات ڈاکٹر وحید عشرت نے کیڈٹ کالج کلر کہار کے محترم استاد جناب یاسر عرفات اعوان سے کہا کہ ''یہ امالی ڈاکٹر غلام محمد کے نہیں ہیں۔ یہ خیالات اقبال اکادمی کے نائب ناظم احمد جاوید کے ہیں۔ انداز بیان، اسلوب تحریر، دلائل سب وہی ہیں جو احمد جاوید اپنی نجی نشستوں میں بیان کرتے ہیں'' ایک دوست کے نام خط میں انھوں نے یہ تحریر فرمایا کہ غلام محمد کے امالی خطبات کے حوالے سے اور سوانح اقبال کے حوالے سے ویسی ہی سوقیانہ تحریروں پر مشتمل ہے جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے پیروکار کرتے رہتے ہیں۔ یہ امالی محض اقبال کے خلاف جاہلانہ دانش بگھارنے کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتے۔ علامہ سید

سلیمان ندویؒ کی ذہنی اور علمی صلاحیت تھی ہی نہیں کہ وہ خطبات کے گہرے مطالب کا ادراک کرسکیں۔ اسی طرح شعبہ فلسفہ مصر کے محمد البھی اقبال کے اس لیے خلاف تھے کہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد اور خطبات میں عرب ملوکیت پر جگہ جگہ تنقید کی اور حضرت معاویہ کو اس ملوکیت کا ذمہ دار قرار دیا......

......ڈاکٹر غلام محمد کون ہیں ان کو امالی کہاں سے حاصل ہوئے اور کس نے انھیں دریافت کیا۔ امالی ...... اقبال دشمنی نہیں اسلام دشمنی ہے۔ ان امالی کے...... زیادہ تر مباحث فرضی نتائج خود ساختہ اور احمقانہ ہیں۔ یہ سب خرافات ہیں۔

## ڈاکٹر برہان فاروقی اور سہیل عمر کا نقد شغل بے کار ہے: وحید عشرت

...... جہاں تک ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اور ان کے امالی کا تعلق ہے۔ [واضح رہے کہ یہاں برہان احمد فاروقی کے امالی سے ڈاکٹر وحید عشرت کا اشارہ سہیل عمر کے ایم فل کے مقالے ''خطبات اقبال نئے تناظر کی طرف ہے جریدہ] وہ خود عمانویل کانٹ کے امالی ہیں۔ [گویا سہیل عمر اور برہان احمد فاروقی نے عمانویل کانٹ کے افکار کا سرقہ اپنے نام سے شائع کر دیا] جس طرح کانٹ کے افکار مغلق ناقابل ابلاغ اور مبہم اور لغو تھے۔ ڈاکٹر برہان فاروقی کی تحریریں بھی مبہم اور ناقابل فہم ہیں۔ [ڈاکٹر وحید عشرت نے یہاں سہیل عمر صاحب کے افکار سے تعرض فرمایا ہے اور درگزر سے کام لیا ہے۔ جریدہ] انھوں نے کانٹ کے فلسفے اور منہاج کو اسلام کو سمجھنے کے لیے استعمال کیا۔ اسی کو انھوں نے ''منہاج قرآن'' بنا دیا۔ خود انھیں جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی تحریریں چھاپیں ان کے امالی کی اشاعت بھی شغل بیکار کے سوا کچھ نہیں۔ [ڈاکٹر وحید عشرت نے سہیل عمر اور ان ہی کی کتاب کا نام لیے بغیر ''خطبات اقبال نئے تناظر میں'' کو شغل بیکار قرار دیا ہے۔ لیکن یہ کتاب ان کے ادارے اقبال اکادمی نے شائع کی تھی اور انھوں نے اس کی اشاعت پر خاموشی اختیار کی۔ غالباً علم وتحقیق اور ملازمت کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر فاروقی پر ان کا غصہ بے جا ہے کیوں کہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں اور اپنے دفاع میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن سہیل عمر اور سراج منیر جنھوں نے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی تحریروں اور امالی کو نہ صرف شائع کیا بلکہ نہایت جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خطبات اقبال پر نقد اقبال اکیڈیمی سے شائع بھی کیا اس بارے میں ڈاکٹر وحید عشرت صاحب نے غضِ بصر سے کام لیا ہے۔ غالباً یہ مغرب کے فلسفہ رواداری Tolerance کا خاص اثر ہے۔ جریدہ]

یہ سوال بھی احمقانہ ہے کہ اقبال کی شاعری کو ترجیح حاصل ہے یا خطبات کو۔ [ڈاکٹر وحید عشرت نے دانستہ یہ بات فراموش کر دی کہ یہ احمقانہ سوال اقبال اکادمی کے ناظم سہیل عمر نے اپنی کتاب ''خطبات اقبال نئے تناظر میں'' میں اٹھایا ہے اور اس کا نہایت مدلل علمی و تحقیقی جواب بھی دیا ہے۔ یہ کتاب اس وقت شائع ہوئی جب ڈاکٹر وحید عشرت اقبال اکادمی سے وابستہ تھے۔ تب یہ سوال انھیں عالمانہ محسوس ہوا تھا۔

اب احمقانہ نظر آنے لگا ہے۔ جریدہ] اقبال کو جزواً جزواً چیر پھاڑ کر سمجھنے کا رویہ خود اقبال کے خلاف معاندانہ ہے۔ جزواً جزواً تقسیم کرنے کا مقصد اقبال کے فکری تضادات کی کہانیاں گھڑنا ہے۔ تضادات کی کہانیاں گھڑنا اور مٹی سے پکڑ پکڑ کر کیڑے ڈالنا اور نکالنا بد دیانتی کے سوا کچھ نہیں۔ [اقبال کو اس طرح چیر نے پھاڑنے اور ان کے فکری تضادات کو نمایاں کرنے کا کام اقبال اکادمی کے ناظم ممتاز محقق و فلسفی جناب سہیل عمر کے استاد ڈاکٹر فاروقی نے بھی کیا ہے اور حلقہ روایت کے سلیم احمد اور سراج منیر نے بھی اس پر ڈاکٹر وحید عشرت کا آج تک مہر بہ لب رہنا حیرت کے دریچے وا کرتا ہے۔ کیا ڈاکٹر غلام محمد کے امالی پر اشتعال اس وجہ سے تو نہیں کہ وہ آخرت کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔ جریدہ]

ڈاکٹر وحید عشرت کی اس جارحانہ تنقید کا جواب انشاءاللہ آئندہ شمارے میں دیا جائے گا۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا غصہ اور اشتعال اور تحریر کی جارحیت اقبال سے ان کی بے پناہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان کی یہ محبت ہمیں بے حد عزیز ہے کیونکہ اقبال سے محبت کے معاملے میں ڈاکٹر وحید عشرت اور ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن ان کے خط کا لب لہجہ اہل علم کے شایانِ شان نہیں ہے امالی میں اگر کوئی بات قابل گرفت ہے تو اس پر نقد کیا جائے جب اقبالؒ جیسی عظیم ہستی کے افکار پر نقد ہو سکتا ہے تو سید سلیمان ندویؒ بھی اس اقلیم سے باہر نہیں رکھے جا سکتے لیکن نقد اور توہین، تضحیک و تذلیل اور تمسخر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

راولپنڈی کے شکیل عثمانی صاحب کو پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر صاحب نے خط کے ذریعے مطلع فرمایا ہے کہ ''جامعی صاحبان اقبال کے خلاف کوئی موقع چیز ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ جامعہ ملیہ دہلی والوں کو اقبال سے کد ہے'' اس تبصرے پر ہم خامشی بہتر سمجھتے ہیں۔

پروفیسر سلیم منصور خالد صاحب نے ان امالی پر تفصیل سے تحریری نقد فرمایا ہے

''واقعہ یہ ہے کہ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ کسی نامناسب بات پر حضرت اقبالؒ پر گرفت کرنے سے گریز کرنا ہی کوئی خدمت دینی ہے۔ اقبالؒ ہوں، شاہ ولی اللہؒ ہوں، سید حسین احمدؒ، مولانا محمد علیؒ، ابن تیمیہؒ، امام ابو حنیفہؒ یا مجدد الف ثانیؒ اور علی ہجویریؒ و نظام الدین اولیاؒ وغیرہم جہاں بھی ان کا قلم، بیان یا عمل قرآن و سنت کی تعلیمات یا ان کے مغز سے لگا نہیں کھائے گا، ان پر گرفت کرنا ایک صاحب ایمان فاضل فرد پر واجب ہی نہیں فرض ہے۔ اس حوالے سے عرض ہے'' کہ

حضرت علامہ اقبالؒ کو اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ...... نصیب کرلے، وہ ہمارے ایک محسن اور طاقت ور فکری سپہ سالار ہیں مگر جہاں وہ ٹھوکر کھائیں گے انھیں قرآن و سنت کی میزان پر پرکھنا ہرگز ہرگز انہدام اقبالؒ کے زمرے میں نہیں آئے گا اقبالؒ دین کے خادم ہیں، دین کا ستون نہیں۔ پھر علامہ اقبالؒ نے کبھی مفتی یا عالم دین یا دینِ متین کے شارح ہونے کا نہ دعویٰ کیا اور نہ انھیں اس قسم کا کوئی کمپلکس تھا۔ جب

انھیں کبھی یہ دعوی نہیں تھا تو پھر ہم کیوں بیساکھیوں کے ساتھ، مصنوعی طور پر حضرت اقبالؒ کو اس مقام پر بٹھانے کی سعی نامسعود کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبالؒ بنیادی طور پر اپنے شعر میں جو بات کہتے ہیں نثر کے بعض مقامات پر اس سے ہٹ جاتے ہیں یہ ان کی بشری کمزوری ہے یا ایک شخصیت دو طاقت ور دھاروں کا امتزاج و اختلاف علمی سطح پر بعض منطقوں میں ضعف وقوع پذیر ہوتا ہے جس کے لیے تھگلی لگا لگا کر ایک مصنوعی فضا قائم کرنا درست نہ ہوگا۔

اقبالؒ جیسی عظیم شخصیت پر ان امالی کی اگر واقعی صداقت کو پختہ انداز سے منوا لیتے ہیں تو اس کے باوجود انہیں نقصان نہیں پہنچے گا دین اسلام کوئی اقبالؒ کا عطا کردہ تحفہ (gift) یا ارمغان نہیں ہے بلکہ اللہ کی نعمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان اور رحجاز کا ارمغان ہے۔

اقبالؒ بھی دراصل اسی دین اسلام کے ادنیٰ سے پیروکار تھے نہ وہ شارع تھے اور نہ پیغمبرانہ مسند نشین تھے۔ اس لیے کوئی ایسی بات جو ان کی نثری میراث کے دینی حوالے سے کسی ضعف کو دور کردے وہ اقبالؒ کے لیے آخرت میں موجب نجات ہوگی۔

## سلیمانؒ ندوی کا دانش مندانہ نقد: دین پر اقبال کو ترجیح

مولانا عبدالماجدؒ دریا بادی، مولانا سید سلیمان ندویؒ مولانا مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ وغیرہ نے جن محتاط الفاظ میں ان کے فکری ضعف کو نمایاں کیا، وہ ایک دینی اور علمی گواہی ہے، اقبالؒ دشمنی نہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ میری ان گزارشات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گُرز لے کر اقبالؒ پر حملہ آور ہونا کوئی دینی کارنامہ ہے۔ اقبالؒ کے حسنات اور بے شمار حوالے سے دینی، فکری اور علمی تفردات انھیں کسی بڑی سے بڑی دینی شخصیت کے ہم پلہ بنا دیتے ہیں۔ ہم نہ ان سے دست کش ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے ایک مرکز کو ڈھانے کی حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں۔ لیکن اولیت بہرحال قرآن اور سنت ہی کو حاصل رہے گی اور اسے ہی بنیادی مرکز رہنا چاہیے۔ اس رہنمائی کا مرکز واقعہ یہ ہے کہ صحابہ بھی نہیں بلکہ وہ بھی اسی کسوٹی پر جانچے پرکھے جائیں گے تو پھر یہ ابن تیمیہؒ، ابوحنیفہؒ، شاہ ولی اللہؒ، علی ہجویریؒ، اقبالؒ، مولانا مودودی رحمہم اللہ کیوں اس سے مبرا قرار پائیں۔ آپ کے پیش کردہ ان دونوں حوالوں کے نتیجے میں میری رائے اقبالؒ کے بارے میں تو ہرگز متاثر نہیں ہوئی البتہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے بارے میں تاثر ضرور خراب ہوا ہے۔ کہ وہ ایسی پیچ دار شخصیت کہ زندگی بھر اقبالؒ سے کھل کر بات نہ کی اور اتنا شدید ذہنی دباؤ اپنے ایک کرم فرما مرید ہی کے سامنے زیر بحث لاتے رہے۔ اتنے خطوط لکھے [مرتبہ: اختر راہی] نہ ان میں جرات کر سکے کہ اقبالؒ کو توجہ دلاتے نہ بعد ازاں ۱۵ برسوں میں کسی اور معتبر گواہی کے سامنے زخم دل کھول سکے۔ عجب ماجرا ہے اتنی دانش مندانہ گفتگو وہ بچا بچا کر رکھتے رہے۔ معاملہ اقبالؒ اور دین کے درمیان تھا۔ افسوس کہ

دین پر اقبالؒ ترجیح لے گئے تاثر تو یہی بنتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے استفسارات درج ذیل ہیں:

''اسے معلوم تو ہو کہ سلیم احمد نے خطبات کو جدید اسلام کی انجیل کہا ہے تو کب اور کہاں؟ [نذیر نیازی کے بیان کا حوالہ آخر میں ایک ماہر اقبالیات کا حوالہ؟ وغیرہ۔ آپ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا دریابادیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ مولانا مودودیؒ کی رائے کا ذکر کیوں نہیں کیا جو نسبتاً ایک متوازن رائے ہے۔ جو انھوں نے شورش کاشمیری کے نام ایک خط میں ظاہر کی تھی یہ خط ''اقبالؒ اور مودودی'' [مرتبہ: ابوراشد فاروقی] میں شامل ہے، میں نے بھی اپنے مضمون میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ [میرا مضمون آپ کی نظر سے گزرا؟ اقبالؒ اکادمی کی شائع کردہ ''اقبالیات: تفہیم و تجزیہ'' میں شامل ہے کتاب آپ کی نظر سے نہ گزری ہو تو بھجوا دوں؟]۔

جہاں تک ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے امالی کا تعلق ہے اس کی تمہید یا تعارف بہت مختصر ہے، اول: یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کون تھے اور ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ یہ امالی کب، کیسے ظہور میں آئے، اتنا عرصہ کہاں محفوظ رہے اور ہو سکے تو کچھ صفحات کا عکس بھی دے دیا جائے۔

### خطبات پر بیشتر اعتراضات درست ہیں: رفیع الدین ہاشمی

اب رہی بات خطبات پر سید سلیمانؒ کے نقد کی — بعض جملے اور آرا بہت سنسنی خیز ہیں کچھ انتہا پسندانہ لیکن بیشتر اعتراضات درست ہیں، سوال یہ ہے کہ خود سیدؒ صاحب نے یہ سب کچھ لکھنا کیوں نہ گوارا کیا؟ وہ کہتے تھے کہ ایسی باتوں سے اقبالؒ کی شخصیت مجروح ہوگی اور یہ ایک ملی نقصان ہوگا۔

### اعتراضات کی اشاعت خدمت دین نہیں:

سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے ایسی ضرر رساں گفتگو کیوں قلم بند کی؟ اگر کر بھی لی تو اسے اشاعت کے لیے کیوں چھوڑ گئے؟ اور وہ اگر چھوڑ بھی گئے تو آپ کیوں شائع کر رہے ہیں؟ کس ملی اور اسلامی جذبے کے تحت؟ یقیناً یہ حرکت انہدام اقبالؒ کے ان مقاصد میں مدد دے گی، جو ترقی پسندوں اور سیکولر جدیدیوں کے پیش نظر ہیں۔ اقبالیات کی یہ کوئی خدمت نہیں اور اس سے اقبالؒ بے وقار ہوں گے۔

آپ یہ نہ سمجھیے کہ میں خطبات پر نقد کے خلاف ہوں، میں اسے شاعری کے مقابلے میں بہت کم تر سمجھتا ہوں اس کی کمیوں، کمزوریوں، غلطیوں اور خرابیوں کا بھی اقرار ہے — مگر میری ناقص رائے میں سید سلیمان کا یہ نقد اس انداز میں چھاپنا کسی طرح کی علمی خدمت نہیں ہے۔

اسے پڑھتے ہوئے بار بار خیال آیا کہ اگر سید سلیمانؒ زندہ ہوتے تو کیا وہ اپنی امالی کو یوں چھاپنا/چھپوانا پسند کرتے؟ [خصوصاً اس صورت میں کہ وہ معترف ہیں کہ آخر عمر میں اقبال مرحوم نے اپنے

نظریات سے رجوع کرلیا تھا] ہرگز نہیں تو جب اس کا چھپنا اقبالؒ کے لیے سود مند ہے اور نہ سید سلیمانؒ ندوی کے لیے تو پھر؟ ایک جگہ کہا گیا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مستقبل میں برعظیم کے مذہبی معاشروں کو تہس نہس کرنے کے لیے خطبات اقبالؒ کو ایک طاقت ورقوت کے طور پر کام میں لایا جائے گا عرض ہے کہ اب تک تو نہیں لایا گیا مگر اب خطبات کو ضرور کام میں لایا جائے گا۔ اس وقت روشن خیالی اور نام نہاد لبرل ازم کی جو رو چل رہی ہے اس کو تو یہ تحریر بہت ساز گار رہے گی۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اقبالؒ اور سید سلیمانؒ کے درمیان بہت عرصہ خط کتابت رہی۔ ملاقات بھی بارہا ہوئی سفر افغانستان میں تو دن رات رفاقت رہی خوب خوب باتیں بھی ہوئیں، سید صاحب نے ''سیر افغانستان'' میں اقبالؒ کے بہت سے ملفوظات نقل کیے ہیں مگر کہیں ذکر نہیں ملتا کہ سید صاحب نے اقبالؒ کے سامنے خطبات کے بارے میں کوئی اندیشہ ظاہر کیا ہو یا خطبات میں مستور کفر و الحاد اور لادینیت کی وضاحت چاہی ہو۔

خطبات اقبالؒ کے بارے میں ان کا اپنا یہ ریمارک بھی ملتا ہے:

''اگر یہ کتاب المامون کے عہد میں لکھی گئی ہوتی تو تمام دنیائے اسلام میں ایک غلغلہ برپا ہو جاتا'' [گویا علامہ اپنی کتاب کو اس قدر اہم سمجھتے تھے —— دوسری طرف یہ کہ انھوں نے خطبات سے رجوع کرلیا تھا۔] پھر فرمایا: دراصل میری یہ کتاب آیندہ فلسفہ اسلام پر قلم اٹھانے والوں کے لیے ایک مقدمے کا کام دے گی''۔ [بروایت یوسف سلیم چشتی اقبالؒ ریویو کراچی، جولائی ۱۹۶۴ء]

کیا اس رائے ریمارک کا آپ کی بحث میں کہیں ذکر آیا ہے؟

[رفیع الدین ہاشمی صاحب کے استفسارات کا مختصر جواب ارسال کر دیا گیا تھا۔ تفصیلی جواب آئندہ شمارے میں دیا جائے گا۔]

پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے خطبات اقبال کے موضوع پر نقد فرماتے ہوئے لکھا:

''رہی خطبات اقبالؒ پر میری کوئی نئی تحریر تو اس کا فی الحال کوئی امکان نہیں۔ پرانی سب تحریریں میری کتابوں جہات اقبالؒ اور اقبالؒ چند نئے مباحث، نیز جستجو [جزوی حوالہ] میں موجود ہیں اور آپ کے پیش نظر ہیں۔

ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ بیک وقت اتنے سارے فکری محاذ نہ کھولیے کہ ان سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہو جائے۔ اقبالؒ صرف خطبات میں منحصر نہیں۔ ان کی شاعری میرے خیال میں ان کے خطبات سے بمراتب اہم ہے اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا آپ کے اقبالؒ دوست

ہوتے ہوئے بھی خطبات کے خلاف [جن میں واقعتاً بعض باتیں درست نہیں] محاذ سے اقبال شکنی کی وہ صورت وجود میں آئے گی جس سے موجودہ پاکستان کے دین بیزار، ملحد، سیکولر اور بھارت نواز بے ضمیر دانشور فائدہ اٹھائیں گے اور ان کا ولی نعمت امریکا بھی خوش ہوگا۔ حضرت آپ کس راہ پر چل پڑے ہیں؟''

ناظم اقبال اکادمی جناب سہیل عمر صاحب نے فون پر راقم الحروف سے چار مرتبہ رابطہ فرمایا ان سے امالی کے سلسلے میں سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ انھوں نے اس بات کا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ لاہور میں ایک مجلس کا انعقاد کرنا چاہتے ہیں جس میں ''خطبات کے متن اور مباحث'' کو زیر بحث لایا جائے اور افادات سلیمان ندوی کے حوالے سے خطبات کا پہلا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اس مجلس میں وہ جاوید غامدی صاحب، ڈاکٹر جاوید اقبال، ڈاکٹر تحسین فراقی اور ڈاکٹر خورشید رضوی کو مدعو کرنا چاہتے تھے۔

جناب سہیل عمر صاحب نے پہلا ٹیلی فون کیا تب امالی ان کی نظر سے نہیں گزرے تھے۔ اکرام چغتائی صاحب نے سہیل عمر صاحب سے اس کا ذکر کیا تھا۔ لہٰذا ان کی رائے یہ تھی کہ سلیمان ندویؒ کو انگریزی کہاں آتی تھی کہ وہ خطبات کے ادق اور عسیر الفہم مباحث سمجھ سکیں اور مباحث بھی فلسفیانہ مباحث یہ موضوعات یونانی فلسفے کے نہیں مغربی فلسفے کے تھے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ خواجہ عبدالوحید تو اقبالؒ کے افکار سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ ''یاد ایام'' میں انھوں نے جو کچھ ملفوظات اقبال نقل کیے ہیں وہ اقبال کی غلط سلط ترجمانی ہے خواجہ عبدالوحید کو کون جانتا ہے اقبالیات میں ان کا علمی مقام کیا ہے؟ راقم الحروف نے سلیمان ندویؒ پر اعتراض کے جواب میں یہ عرض کیا کہ پہلے ان امالی کا مطالعہ فرمالیجیے امید ہے آپ اپنی رائے سے رجوع کرلیں گے۔ دوسرے ٹیلی فون پر راقم نے سہیل عمر صاحب کو بتایا کہ کینیڈا سے ایک محقق نے مضمون بھیجا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سلیمانؒ ندوی انگریزی زبان سے نابلد تھے اور مغربی فلسفیانہ مباحث سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ اس کے جواب میں سہیل عمر صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان امالی کے صرف ۲۷ صفحات پڑھے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سلیمانؒ ندوی بہت اچھی طرح انگریزی جانتے تھے اور فلسفیانہ مباحث پر بھی عبور رکھتے تھے۔ تیسرے ٹیلی فون پر سہیل عمر صاحب نے فرمایا کہ کیا ان امالی کی اشاعت کے لیے یہ موقع مناسب تھا؟ ان امالی کو اس وقت شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب راقم نے ان کی خدمت میں زبانی عرض کردیا تھا۔ اس کی تفصیلات آئندہ شمارے میں پیش کی جائیں گی۔

اس موقع پر سہیل عمر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ سید سلیمان ندوی کے خیالات پڑھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی کہ اُس زمانے میں بھی لوگ اس طرح سوچ سکتے تھے۔ مجھے اطمینان ہوا کہ میرے سوا اور

لوگ بھی خطبات کے بارے میں اس طرح سوچتے ہیں۔ اور بہرحال سید سلیمانؒ ندوی کو اقبال نے اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد کہا ہے۔ چوتھی مرتبہ ۲۶/جولائی کو سہیل عمر صاحب نے راقم سے دفتر پر کئی مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن بعض علمی و تحقیقی مصروفیات کے باعث راقم سے رابطہ نہ ہوسکا۔ انھوں نے پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب سے دوتین بار رابطہ کر کے انھیں ہدایت کی کہ خالد جامعی سے کہو کہ مجھ سے فوری رابطہ کرے۔ راقم نے رات دس بجے سہیل عمر صاحب سے رابطہ کیا تو ان کے تیور کچھ اور تھے اس موقع پر انھوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا راقم نے اسی رات ایک خط کی صورت میں انھیں وہ ارشادات تحریراً بھجوائے۔ یہ خط قسط اول تھا۔ ارادہ تھا کہ چھ سات قسطوں میں ان کے اشارات، ارشادات کا جواب دیا جائے۔ لیکن چند روز بعد ہی ان کا معذرت آمیز محبت نامہ مل گیا اور کدورت دور ہوگئی۔ راقم الحروف کا خط درج ذیل ہے۔

## پہلی قسط

۲۶/جولائی ۲۰۰۶ء رات ڈیڑھ بجے

برادر مکرم محترم سہیل عمر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

گزشتہ دو روز سے دفتر میں آپ کے کئی فون موصول ہوئے لیکن آپ سے رابطہ کی کوئی صورت نہ ہوسکی ایک مرتبہ آپ کے دفتر سے فون راقم نے وصول کیا پانچ منٹ انتظار کے بعد مطلع کیا گیا کہ آپ مصروف ہیں آج طاہر مسعود صاحب کو آپ نے زحمت دی ان کے ذریعے آپ سے رابطہ ہوسکا اور رات کو آپ سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔

ماہ رواں میں آپ نے چوتھی مرتبہ راقم کو لذت گفتار سے نوازا لیکن آج آپ کا رویہ، تیور اور انداز بیاں سن کر میں حیران رہ گیا میرے دل میں ہمیشہ سے آپ کے لیے برادرانہ اور مخلصانہ جذبات رہے ہیں اور آپ کے بارے میں ہر شخص سے آپ کا ذکر بہترین لفظوں میں کرتا ہوں سہیل بھائی کے توسط سے آپ سے ربط غائبانہ بھی ہے لیکن آج فون پر آپ کی جارحیت سے بھرپور گفتگو سن کر حیران رہ گیا آپ تصوف کے شاذلی مکتب سے بھی وابستہ رہے ہیں لہٰذا صوفیاء کی نرمی کا ایک خاص تصور آپ کے حوالے سے ذہن و دل پر نقش تھا لیکن آپ کی تمازت گفتار سے یہ نقش بھی باقی نہ رہا [کوشش کر رہا ہوں کہ اس نقش کا احیاء ہوسکے] لاہور کے کئی احباب نے آپ کے شعلہ گفتار کی شکایت کی تھی لیکن راقم نے اسے حسد اور بغض پر محمول کر کے ہمیشہ اسے مسترد کیا لیکن آج کا اذیت ناک تجربہ میرے لیے نہایت روح فرسا ہے آپ کو اختلاف کا حق ہے آپ بزرگ ہیں آپ کو سخت سے سخت تنقید کی اجازت ہے لیکن ...... اب سوچتا ہوں کہ شاید حضرت علامہ اقبالؒ کی محبت میں آپ کو خود خیال نہ رہا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کس سے کہہ رہے

ہیں اور کس جذب ومستی کے عالم میں کیا فرمار ہے ہیں دل نے بار بار اکسایا کہ تر کی بہ تر کی جواب دیا جائے لیکن حفظ مراتب اور ادب واحترام کے جو سبق بچپن سے حفظ ہیں لاکھ بھلانے کی کوشش کے باوجود بار بار یاد آتے رہے لہٰذا کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکا گزشتہ ڈیڑھ گھنٹے سے اضطراب کی حالت میں ہوں اب اپنا درد دل کاغذ پر بکھیر رہا ہوں تاکہ ادب واحترام کے تمام تقاضوں کوملحوظ رکھ کر آپ سے شکوہ کرسکوں امید ہے یہ شکوہ آپ سن لیں گے۔ آپ کا پہلا فون جب بیس دن پہلے موصول ہوا تھا تب بھی رنگ کلام یہی تھا لیکن تندی وتیزی وتلخی کی صہبا سے خالی تھا صرف زبانی جملوں پر معاملہ ختم ہوگیا تھا دوسرا اور تیسرا ٹیلی فون محبت یگانگت توارد فکر ونظر اور افہام وتفہیم کے جذبات سے مملو تھا ان تین مواقع پر جو سوالات شبہات اعتراضات اور احتمالات آپ نے پیش کیے ان کا اختتام آپ کے اس استفسار پر ہوا تھا۔[ یہ لفظ استفسار آپ نے خود استعمال فرمایا تھا] کہ اس موقع پر ان امالی کی اشاعت کی کیا ضرورت تھی اگر یہ ابھی شائع نہ ہوتے تو کیا مضائقہ تھا اس سوال کا جواب راقم آپ کوتحریری طور پر ارسال کر چکا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے اطمینان ہوا کہ میرے سوا اور لوگ بھی خطبات کے بارے میں اس طرح سوچتے ہیں جس پر راقم نے عرض کیا کہ یہ توارد فکر ہے لیکن آج تو آپ نے عجیب باتیں ارشاد کیں۔

(۱) یادایام پہلے چھپ چکی ہے رفیع الدین ہاشمی اسے پڑھ چکے ہیں [حالاں کہ یادایام پہلی مرتبہ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی ہے]

(۲) جریدہ کون پڑھتا ہے یہ کتنا چھپتا ہے؟ کس جریدے میں یہ چھپا ہے کہاں ہے وہ ............ میں نے بازار سے دو جریدے منگائے ہیں۔ دونوں کھنگال ڈالے اس میں تو کہیں یہ امالی نہیں ہیں آپ کیا کر رہے ہیں کیا مذاق ہے۔[ جریدہ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کو ایک سال ہوگیا ہے اگر آپ کو جریدہ میں یہ امالی نہیں مل سکے تو حیرت ہے]۔

(۳) یہ کس کے امالی ہیں کون ہے یہ غلام محمد ان پر دستخط ہیں یا نہیں آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔[ آپ کی کتاب خطبات اقبالؒ نئے تناظر میں آپ کی تحریر کے مطابق ''اس کتاب کی حیثیت ڈاکٹر فاروقی کے امالی سے زیادہ نہیں کیا اس پر فاروقی صاحب کے دستخط ہیں عربی فارسی اردو میں جتنے ملفوظات اور امالی شائع ہوئے ہیں کیا ان سب پر ان کے دستخط ثبت ہیں؟ کیا ''اقبالؒ کے حضور میں'' پر اقبالؒ کے دستخط ہیں۔]

لیکن فون پر ان گستاخانہ سوالات سے احتراز کیا گیا تاکہ تلخی میں اضافہ نہ ہو اور میرے نطق سے کوئی ایسا لفظ [ردعمل میں] نہ نکلے جس سے حفظ مراتب میں خلل ہو کہ یہ زندیقی ہے۔

بہتر یہی ہوگا کہ ہم اب تحریری گفتگو کریں اگر کوئی لفظ ناگوار گزرے تو میں پیشگی معذرت خواہ

ہوں آپ کی محبت میرے دل میں آج بھی اسی طرح تروتازہ ہے جب آپ سے ۱۸ سال پہلے ملا تھا۔

پہلے دوسرے تیسرے فون پر آپ نے جو کچھ سوالات، اعتراضات استفسارات اور احتمالات پیش کیے تھے ان کا جواب بھی تحریری ارسال کر رہا ہوں تاکہ غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔[جاری ہے]

مندرجہ بالا خط کے جواب میں برادرم سہیل عمر صاحب کا محبت نامہ ملنے کے بعد راقم نے اس کا جواب دیا وہ بھی درج ذیل ہے۔[سہیل عمر صاحب کا خط ان کی اجازت کے بعد اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے گا۔]

برادر مکرم ومحترم ومعظم جناب سہیل عمر صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے سہیل اکیڈمی کے خوبصورت طغرے کے پس منظر کے ساتھ آپ کا نہایت خوبصورت محبت نامہ موصول ہوا اس محبت نامے کے بعد وہ سب کدورت ایک لمحے میں دور ہوگئی جو بعض اسباب کے تحت پیدا ہوئی تھی آپ کے اس محبت عنایت نوازش اور کرم نوازی پر سراپا سپاس ہوں میرے دل کی جو کیفیات ہیں اس کا اظہار ایک شاعر نے بہت عمدہ طرح سے کیا ہے۔

اس قدر یاس بھی دیکھا ہے زمانے میں کہیں
رو دیے ہم جو تری چشم عنایت دیکھی

اس چشم عنایت کے لیے میں شکر گزار ہوں دل میں جو بال آیا تھا وہ محو ہوگیا ہے اور آپ سے تعلق اور محبت اسی طرح تروتازہ ہے جس طرح ۱۸ برس پہلے پہلی ملاقات کے بعد محبت کا لطیف احساس گوشہ دل میں جاگزیں ہوگیا تھا۔

خط قسط نمبر ایک کے بعد قسط نمبر دو تحریر کیا جاچکا ہے اور تیسری قسط بھی زیر تحریر تھی لیکن شاید اب اسے ارسال کرنے کی ضرورت نہیں اگر آپ کا حکم ہوا تو اسے ارسال کرسکتا ہوں چند استفسارات اور درخواستیں

☆ کیا اقبالؒ نامہ آپ نے من وعن شائع کیا ہے یا تصحیح وترمیم کے ساتھ اگر قدیم نسخے کا عکس ہے تو ضرورت نہیں اگر ترتیب نئی ہے تو اس کے ہدیہ سے مطلع فرمائیے۔

☆ فہرست کتب میں آپ کے دو انگریزی کتابچے موجود ہیں کیا مجھے VPL ارسال کیے جاسکتے ہیں[بقلم سہیل عمر صاحب]

☆ خرم علی شفیق صاحب سے درخواست کی تھی کہ آپ کا خاکہ/تصانیف اور آپ کے زمانے میں کام کا سابقہ ادوار سے موازنہ تحریر فرمادیں کیا اس سلسلے میں آپ انھیں ہدایت دے سکتے ہیں جریدہ میں

اشاعت مطلوب ہے۔

☆ اقبالؒ اکیڈمی اور بزم اقبالؒ کے قیام سے کر اب تک مطبوعات کی مکمل فہرست کیا مل سکتی ہے؟

☆ کیا اشاریہ اقبال ریویو اردو انگریزی کا حصول ممکن ہے؟

☆ کیا یہ ممکن ہے کہ شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ اور اقبالؒ اکیڈمی کی کتابوں کا تبادلہ ہو جائے؟ کیونکہ بعض کتابیں راقم کی نظر سے نہیں گزری ہیں اور اگر گزری ہیں تو ان کا نقش محو ہو گیا ہے مباحث تازہ نہیں ہیں۔

☆ اگر راقم ذاتی کتب خانے کے لیے کتابیں خریدنا چاہے تو کس قدر رعایت مل سکتی ہے؟

☆ آپ نے قاسم محمود کے ''احیاء العلوم'' میں کسی اہل حدیث عالم کے علامہ اقبالؒ پر اعتراضات و سوالات کا ذکر کیا تھا وہ شمارہ نہیں مل سکا کیا اس کی نقل مل سکتی ہے؟

☆ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کے مضمون کا ترجمہ مل گیا اسکا بہت بہت شکریہ............کیا ظفر اسحاق انصاری صاحب کا PHD کا مقالہ شائع ہو گیا ہے۔ کیا اس کی نقل مل سکتی ہے کیا ہم اسے شائع کر سکتے ہیں ظفر اسحاق صاحب نے مقالے کے بعد ان مباحث پر جو کچھ مضامین لکھے کیا ان کی نقول دستیاب ہیں؟

☆ حضرت علامہ اقبالؒ جرمن زبان پر کتنا عبور رکھتے تھے؟ کیا ان کے ذاتی کتب خانے میں موجود جرمن کتابوں کی فہرست کہیں شائع ہوئی ہے کیا فہرست مل سکتی ہے؟ کیا اس فہرست میں گولٹ یستھر کی کتاب Muhammadn Studien موجود ہے؟ کیا اس پر حضرت اقبالؒ کے حواشی ،نوٹ تحریر ہے؟

☆ حضرت اقبالؒ نے سنت کے بارے میں گولٹ کے حوالے سے جو استدلال کیا ہے کیا وہ گولٹ کی دونوں جلدوں کا عمیق مطالعہ کر چکے تھے؟ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ بعض مقامات پر اقبالؒ نے گولٹ کی مذمت کی ہے اور بحیثیت مجموعی تمام مستشرقین کی بھی اور ان کی تحقیقات کو لایعنی اور نا قابل اعتبار قرار دیا ہے دوسری جانب انہی تحقیقات پر حدیث وسنت کے ضمن میں اپنے موقف کو منحصر رکھا اس تضاد کی کیا توجیہہ ممکن ہے؟ ایک صاحب کی تحقیق کے مطابق ۱۹۲۹ء تک اقبالؒ گولٹ کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے تھے تو کیا یہ بات درست ہوگی کہ گولٹ کا حوالہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ میں ۱۹۲۹ء سے پہلے درج کیا جب وہ متاثر تھے بعد میں متاثر نہ رہے تو رائے بدل گئی اس اشکال میں تطبیق کیسے پیدا کی جائے؟

☆ حضرت اقبالؒ آرٹ لٹریچر اور فلسفہ کی تعلیم کو مسلمانوں کے لیے موزوں ومناسب نہیں سمجھتے تھے اس کی کیا دلیل ہے؟ مغربی فلسفے کو پڑھے بغیر مسلمان جدیدیت کی یلغار کا مقابلہ کیسے کر سکتے تھے مدارس کا تو المیہ یہی ہے کہ وہ مغربی فلسفے سے ناواقف ہیں لہٰذا سائنس کے مضامین ان کے لیے اجنبی ہیں عالم کفر کا فہم و ادراک فلسفے کے بغیر کیسے ممکن ہے لیکن اقبالؒ کے خطوط میں فلسفہ جدید کی تعلیم پر زور نہیں ملتا کیوں؟ بعض

خطوط میں تو صریحاً فلسفہ جدید کی تحصیل کی مخالفت ملتی ہے۔ اور جدید فلسفہ پڑھنے کے خواہش مندوں کی ہمت شکنی بھی کیوں؟

☆ حضرت علامہ اقبالؒ کو خصوصی رعایت دیتے ہوئے جرمن زبان کے بجائے انگریزی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ داخل کرنے کی اجازت دی گئی تھی کیا یہ اجازت بعد میں جامعہ نے کسی اور کو بھی دی یا خاص اقبالؒ کے لیے تھے؟

☆ جرمن زبان پر اقبالؒ کے عبور کی شہادتیں کیا مل سکتی ہیں؟ علامہ اقبالؒ کے کتب خانے کی کتابوں کی فہرست [کامل] کیا مل سکتی ہے کیا ان کتابوں پر اقبالؒ کے نوٹ کسی نے مرتب کیے ہیں کیا اکیڈمی کے مستقبل کے منصوبوں میں ایسا کوئی منصوبہ زیرِ غور ہے؟

☆ برٹش میوزیم لائبریری کے کیوریٹر ڈاکٹر قریشی [ریٹائرڈ] نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا تھا کہ بھٹو دور میں جب برٹش میوزیم نے علامہ اقبالؒ پر نمائش کا منصوبہ بنایا تو خطوط اقبالؒ کے سلسلے میں جاوید اقبالؒ سے رابطہ کیا جاوید اقبالؒ نے تعاون نہ کیا سینکڑوں صندوق بینکوں کے لاکرز میں محفوظ تھے عدم تعاون کے بعد وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ سے رابطہ کیا گیا جنھوں نے مداخلت کی اور پھر کچھ صندوق کے خطوط نمائش کے لیے دیے گئے غالباً ان کی فہرست بھی شائع ہوئی تھی اس روایت میں کتنی حقیقت ہے کیا فی الاصل ایسا ہوا تھا؟ برٹش میوزیم نے اس نمائش کے موقع پر جو بروشر شائع کیے تھے اور مختلف کتابچے قریشی صاحب نے راقم کو دیے تھے اب مل نہیں رہے کیا ان میں کوئی قابل ذکر کتابچہ یا بروشر ہے اور آپ کے ریکارڈ میں دستیاب ہے یا نہیں؟

☆ تشکیل جدید کا ترجمہ دانستہ تاخیر سے شائع کیا گیا کیوں کہ اقبالؒ کو خدشہ تھا کہ علماء شدید مخالفت کریں گے کیا یہ خیال درست ہے؟ ترجمے کے بارے میں علامہؒ کے خطوط میں متضاد اطلاعات مختلف الخیال لوگوں کو دی گئی ہیں کبھی لکھا ہے کہ ترجمہ ہوگیا کبھی لکھا ہے شائع ہو رہا ہے کبھی لکھا ہے بے فائدہ ہے ان خیالات میں تطبیق کیسے پیدا ہو؟

☆ حضرت اقبالؒ کو یہ گمان کیسے ہوا کہ مصر میں Intlectual Identity جاری و ساری ہے اور فلسفہ دینیات کے ساتھ ساتھ زیر مطالعہ ہے عبدہ سے لے کر غلام احمد پرویز اور جاوید غامدی صاحب تک مغربی فلسفے کا نقد یا اسے اسلامیانے پر کوئی توجہ نہیں ہے اور رینے گینوں کے مکتب فکر کے استثناء کے سوا عالم اسلام میں کہیں فلسفہ جدید کی تعلیم کا حقیقی نظام نہیں ہے دارالعلوم کراچی میں عسکری صاحب کی مرتبہ کتاب بھی دو سالہ تدریس کے بعد موقوف کر دی گئی تھی۔

☆ علامہ اقبالؒ کیا عربی زبان پر اس قدر عبور رکھتے تھے کہ شاہ ولی اللہؒ اور ابن عربیؒ کی کتابیں راست

مطالعہ کر سکیں کیا ان دونوں مصنفین کی کتابوں پر علامہ اقبالؒ کے تشریحی حواشی ملتے ہیں بعض مضامین سے مترشح ہے کہ اقبالؒ عربی پر عبور نہیں رکھتے تھے ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کے گھر جہاں طاہر مسعود صاحب، رفیع الدین ہاشمی صاحب مدعو تھے آپ نے میرے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا تھا کہ اقبالؒ عربی نہیں جانتے تھے۔

☆ حضرت اقبالؒ کی شاعری خطبات کی ناسخ ہے اس موضوع پر اہم مضامین آپ کی نظر میں کس نے تحریر فرمائے ہیں ہائیڈیگر کی کتاب Time and being ۱۹۲۶ء میں جرمن زبان میں شائع ہوگئی تھی اور مغرب میں تہلکہ مچ گیا تھا اقبالؒ کے یہاں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا کیا اقبالؒ نے اس زمانے میں فلسفہ کا مطالعہ ترک کر رکھا تھا بعض خطوط میں یہ اشارے ملتے ہیں کہ اقبالؒ آخری آٹھ دس سالوں میں چند مخصوص کتب کے سوا کچھ نہ پڑھتے تھے ہائیڈیگر کے استاد ہزرل کی سائنس وغیرہ پر تنقید غالباً ۱۹۱۰ء میں شائع ہوچکی تھی لیکن علامہ اقبالؒ کے یہاں ہزرل کا بھی حوالہ نہیں ملتا کیا خطبات کے بعد کی تحریروں میں ان دونوں کے حوالے ملتے ہیں ذخیرہ کتب اقبالؒ میں ان فلاسفہ کی جرمن کتابیں دستیاب ہیں یا نہیں؟

☆ جرمنی کے ڈاکٹر فشر سے اقبالؒ کی مراسلت کی نقل کیا مل سکتی ہے؟ کیا ڈاکٹر زویمر سے بھی اقبالؒ کی مراسلت رہی؟ کیا حضرت اقبالؒ کے ذخیرہ کتب میں فشر، زویمر، پروفیسر ہارڈ نزفرینکفرٹ کی کتابیں محفوظ ہیں ایک جانب حضرت اقبالؒ نے عالم اسلام کی ادبیات کو ایک مشترک پیش نہاد کی حامل قرار دیا اور اس کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے اسے عالم کے لیے نہایت اہم قرار دیا ہے لیکن بعض دوسرے مقامات پر عالم اسلام کی ادبیات کو ناقص بے کار اور مجہول قرار دیا ہے؟ اس کی کیا توجیہہ کی جاسکتی ہے۔

☆ حضرت اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ نبی اکرمؐ زندہ ہیں اور یہ میرا عقیدہ ہے کہ ہم صحابہ کی طرح رسالت مآبؐ سے آج بھی فیض یاب ہوسکتے ہیں کیا حضرت علامہ اقبالؒ نے خطبات کو تحریر کرتے ہوئے رسالت مآبؐ سے براہِ راست استفادہ فرمایا تھا یا نہیں؟ کیا اس استفادے کی تحریری شہادتیں میسر ہیں؟ کیا اقبالؒ نے اس خیال یا عقیدے سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ بعض اہل حدیث اور دیوبندی علماء کا خیال ہے؟

☆ اقبالؒ قدیم اسلامی دینیات کو یونانی حکمت وفکر کا ماخذ قرار دیتے ہیں لہٰذا قدیم اسلامی دینیات کے تار و پود بکھر چکے ہیں اب جدید اسلامی دینیات کی ضرورت ہے کیا اقبالؒ کے اس اصول کا اطلاق

معتزلہ سے پہلے کے دیناتی ادب پر ہوسکتا ہے؟ علامہ کیا کہنا چاہتے ہیں علامہؒ کے خیال میں یورپ نے عقل والہام کو ہم آہنگ بنانا ہم سے سیکھ لیا تھا اور وہ اپنے دینیات کو فلسفہ جدید کی روشنی میں ازسرنو تعمیر کر کے ہم سے آگے بلکہ بہت آگے نکل گیا ہے اس خیال کے لیے اقبالؒ نے کیا دلائل پیش فرمائے ہیں اور مغرب کی وہ کون سی کتابیں نامزد کیں جو فلسفہ والہام وعقل کو ہم آہنگ بنا چکی ہیں؟

☆ علامہ اقبالؒ یورپ کے کلچر کو اعلیٰ ترین کلچر تسلیم کرتے تھے اور یورپ کے عمل کو اس کلچر کے منافی تصور کرتے تھے اس تصور کا استدلال نظم ونثر اقبالؒ میں کیا ہے؟ یورپ کا کلچر تو خوں ریزی سے نکلتا ہے دہشت گردی کی بہیمانہ تاریخ ہے حضرت اقبالؒ اسے اعلیٰ کلچر کی کن بنیادوں پر قرار دیتے ہیں؟ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ یورپ اپنے اصولوں کے منافی طرز عمل کے باعث یہ کلچر بے کار ہو کر یورپ میں فنا ہو جائے گا۔

☆ حضرت اقبالؒ نے خودی و بے خودی کا جو تصور اپنے پیرومرشد کے خطوط میں بیان فرمایا ہے کیا وہی تصور خطبات میں بھی موجود ہے؟ یا خطبات میں حضرت اقبالؒ نے اسی تصور کو دہرایا ہے؟

☆ کیا اقبالؒ کے خیال میں خودی فنافی الاحکام باری تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہے؟ غالباً کہیں حضرت علامہؒ نے اسلامی تصوف میں اسی صورت کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔

☆ کیا حضرت اقبالؒ نے ۱۹۲۲ء کے بعد تقویۃ' الایمان کی طرف توجہ فرمائی تھی؟

یہ چند استفسارات آپ کی گفتگو، ٹیلی فون، خط اور تبادلہ خیالات کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں مقصود محض طالب علمانہ استفادہ ہے کیوں کہ اقبالیات میرا اختصاصی موضوع نہیں ہے لیکن حضرت علامہؒ کی شاعری اور شخصیت سے ایک ربط غائبانہ بلکہ والہانہ ہے اس حد تک کہ روزانہ کلام اقبالؒ سے استفادہ کرتا ہوں اور ہر مرتبہ ایک نیا ولولہ حوصلہ ہمہمہ اور نئی برق وتجلی حاصل کرتا ہوں۔

امید ہے کہ آپ سوالات واستفسارات کی اس یلغار کو ناپسند نہ کریں گے اور آئندہ بھی طالب علمانہ استفسارات کے مواقع بہ خوشی مہیا فرمائیں گے۔

[سہیل عمر صاحب کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔]

ڈاکٹر غلام محمد امالی سے متعلق اعتراضات، شبہات اور احتمالات پر فی الحال کوئی مضمون نہیں لکھا گیا۔ شنید ہے کہ جناب احمد جاوید صاحب اور سہیل عمر صاحب کی نگرانی میں خرم علی شفیق صاحب ان امالی کا ناقدانہ جائزہ تحریر فرما رہے ہیں۔ اس جائزے کا انتظار ہے۔